کیا جاتا ہے راستوں کو سجایا جاتا ہے اور قوالیاں بھی گائی جاتی ہیں اور دوسری طرف بارہ وفات کی آوازیں بھی سننے میں آتی ہیں جو کہ بارہ ربیع الاوّل کے عید میلا د النبی ﷺ کے بالکل متضاد اور بالعکس ہے، لیکن کوئی اس کی حقیقت سے باخبر نہیں۔ آئیں۔ یہاں اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول کی حقیقت کیا ہے؟

درحقیقت ہماری شریعت میں ''عید میلا د النبی ﷺ'' کی کوئی حیثیت نہیں ہے شاید میری اس بات پر بہت سے لوگ ناراض ہو جائیں لیکن حق اور حقیقت وہی ہوتی ہے جو حق ہو اور حق بات دلائل سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ من گھڑت قصوں سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿**اطیعوا اللّٰه واطیعوا الرسول فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللّٰه والرسول**﴾ ترجمہ: ''تم اللہ کی بات مانو اور اس کے رسول ﷺ کی بات مانو اور اگر تم میں کسی بات پر اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو''۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ دین اسلام کے دو بڑے بنیادی اصول ہیں کتاب اللہ اور حدیث یعنی سنت رسول ﷺ، آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن واحادیث اس کے بارے میں ہمیں کیا تعلیم دیتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿**قل ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی یحببکم اللّٰه**﴾ ترجمہ: ''اے نبی ﷺ ان لوگوں کو کہہ دیجئے اگر وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہیں تو میری تابعداری کریں تو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے گا''۔ اس آیت سے اور قرآن کی دوسری آیات واحادیث پر اگر گہرائی سے نظر ڈالی جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دنیا وآخرت کی کامیابی اور اللہ کی رضا اور خوشی صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی تابعداری سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

اب ہم اصل موضوع ''عید میلا د النبی ﷺ کی بنیادی حیثیت کیا ہے'' کی طرف آتے ہیں اس موضوع پر بحث کا مقصد عوام الناس کو اسکی شرعی حیثیت سے آگاہ کرانا ہے تا کہ ان کے ذہنوں سے شکوک وشبہات کا ازالہ ہو سکے۔ (ان شاء اللہ) رسول اللہ ﷺ کے دور میں ''عید میلا د النبی ﷺ'' کا نام ونشان نہیں تھا۔ کیونکہ احادیث مبارکہ میں دو عیدوں کا تذکرہ ہے اور محدثینؒ جب اپنی کتاب میں عید کا باب باندھتے ہیں تو اس کیلئے ایک نام رکھ دیتے ہیں ''باب العیدین'' یا ''صلوۃ العیدین'' تو اس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ العیدین کے معنی دو عیدیں یعنی ''عید الفطر'' اور دوسری ''عید الاضحیٰ''، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں کبھی بھی عید میلا د النبی ﷺ نہیں منائی گئی جس میں سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کے ادوار شامل ہیں ان ادوار میں کوئی بھی عید میلا د النبی ﷺ کو پہچانتا تک نہ تھا حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے کا

قرینہ جانتے تھے اور جتنی محبت وہ نبی پاک ﷺ سے کرتے تھے ان کی مثال اب تک نہیں ملتی۔

مسلمانوں کے جو چار آئمہ کرامؒ مشہور ہیں یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ ان چاروں بڑے آئمہ کرام کے مسالک میں یا ان کی فقہ میں نہ تو عید میلاد النبی ﷺ کا تذکرہ ہے اور نہ ان سے عید میلاد النبی ﷺ کا وجود ثابت ہے، اور نہ تابعینؒ کے دور میں عید میلاد النبی ﷺ منائی گئی اور نہ کوئی انکے بارے میں جانتا تھا۔ حالانکہ یہ ادوار اور صدیاں علم وعمل کے اعتبار سے بہت ہی بہترین تھیں۔ اس کے ثبوت میں ایک حدیث بھی پیش خدمت ہے (خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم) ترجمہ: ''نبی ﷺ نے فرمایا: میری صدی بہترین صدی ہے پھر اس کے بعد جو لوگ ہیں (تابعینؒ) وہ بھی بہترین ہیں اور اس کے بعد جو لوگ (تبع تابعینؒ) ہیں وہ بہترین ہیں''۔ پھر اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (یفشو الکذب) اس (تین خیر القرون) کے بعد جھوٹ، بدعات ورسومات دین کے نام پہ پھیل جائیں گے۔

تو تیئیس 23 سالہ دور نبوت اور تیس سالہ دور خلافت اور ایک سو دس سال پر محیط دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، دوسو بیس 220 سال دور تابعین میں اس عمل (عید میلاد النبی ﷺ) کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ عمل جشن عید میلاد النبی ﷺ کب ایجاد ہوا؟

اس کے بعد ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کی یہ رسم کس نے ایجاد کی؟

جواب یہ ہے کہ یہ بدعت عراق میں موصل شہر کے ایک عیاش اور فضول خرچ، بے دین حکمران مظفر الدین کوکبوری شاہ اربل نے اپنے ایک جھوٹے دوست ابن دحیہ کے ساتھ مل کر ایجاد کی۔

امام احمد بن محمد بصری مالکیؒ نے لکھا ہے ''سلطان مظفر الدین ایک فضول خرچ بادشاہ تھا اور علماء ''سوء'' کا گروہ ان کی طرف مائل تھا امام احمدؒ نے یہ بھی آگے لکھا ہے کہ سلطان کوکبوری ربیع الاوّل کے مہینے میں (عید میلاد النبی ﷺ) کا انعقاد کرتا تھا۔ اس سے پہلے کسی بادشاہ نے عید میلاد النبی ﷺ کا انعقاد نہیں کیا۔ اس طرح یہ بدعت اس سلطان کوکبوری نے شروع کی۔

ابن جوزیؒ تاریخ ''مراۃ الانسان'' میں سلطان اربل کے ان انتظامات کے بارے میں جو وہ میلاد کیلئے کرتا تھا لکھتے ہیں کہ میلاد کے دستر خوان پر پانچ سو بکریاں، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ پیالے اور تیس ہزار حلوے کی پلیٹیں ہوا کرتی تھیں بہت سے مہمانوں اور صوفیا کو دعوت دی جاتی تھی اور ظہر سے عصر تک صوفیا کیلئے محفل سماع

(قوالی) کا انعقاد کرتا اور خود بھی اس میں بھنگڑا ڈالتا۔[تاریخ میلاد:۴۲]

علامہ ناصر فاکھانیؒ لکھتے ہیں کہ سلطان اربل (محفل میلاد) میں گانے بجانے والوں کو جمع کرتا تھا اور ساز و سرود سنتا اور خود بھی رقص کرتا اور محفل میں شامل لوگ بھی رقص کرتے تھے۔ ایسے شخص کے فاسق اور گمراہ ہونے کا شک کیا جا سکتا ہے؟ اور اس شخص کے قول و فعل کو کس طرح اپنایا اور اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟[فتاویٰ رشیدیہ]

امام ذہبیؒ جو جرح و تعدیل کے مشہور امام ہیں، کہتے ہیں کہ سلطان اربل ایک سال میں محفل میلاد پر تین لاکھ روپے خرچ کرتا تھا۔[دول الاسلام بحوالہ منہاج الواضع:۵۴]

جلیل القدر محدث امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ جس جھوٹے نے محفل میلاد کے جواز کے بارے میں کتاب لکھی تھی وہ آئمہ دین اور علماء سلف کی شان میں گستاخی کرنے والا اور بہت بدزبان، بے وقوف اور متکبر تھا دین کے کاموں میں بہت بے پرواہ اور سست تھا۔[لسان المیزان جلد۴ صفحہ ۲۹۶]

یہاں قارئین کرام کے فائدے کیلئے اس بات کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ دین اسلام قرآن و حدیث کے دلائل پر قائم ہے اور رہے گا اور رسول اللہ ﷺ کی جتنی احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں ان میں سند کا (یعنی جو راوی حدیث کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے ہیں) کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اس سلسلے میں محدثینؒ نے جو کوششیں کی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں اب ذرا دیکھتے ہیں ابن دحیہ (جنہوں نے محفل میلاد ایجاد کی) وہ سند کے بارے میں کتنا بے پرواہ اور غیر مخلص ہے" علامہ ابن نجارؒ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ مصر کے علماء میں سے ایک عالم میرے ساتھ بات کر رہا تھا کہ ایک دفعہ میں بادشاہ کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا اور بادشاہ بالکل میرے سامنے بیٹھا تھا بادشاہ نے مجھ سے ایک حدیث سننے کی فرمائش کی تو میں نے بادشاہ کو ایک حدیث سنائی تو بادشاہ نے مجھ سے اس حدیث کی سند کے بارے میں پوچھا کہ یہ حدیث کس نے روایت کی ہے؟ مجھے سند یاد نہیں تھی تو میں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ جب میں دربار سے نکلا تو راستے میں یہ ابن دحیہ ملا اور مجھے کہا کہ تم اپنی طرف سے کوئی سند بنا لیتے بادشاہ کو کیا پتہ تھا کہ یہ سند صحیح ہے یا غلط یوں تم بادشاہ اور لوگوں کے سامنے بہت بڑے عالم نظر آتے اور بادشاہ تم کو انعام سے نوازتا، ابن دحیہ کی اس بات سے مجھے یقین ہوا کہ واقعی یہ بہت جھوٹا شخص اور دین کے کاموں میں بالکل لاپرواہ ہے۔[تاریخ میلاد:۳۰]

محترم قارئین اب آپ اس سے اندازہ لگائیے کہ میلاد ایجاد کرنے والا ابن دحیہ کتنا جھوٹا اور کذاب شخص تھا تو کیا ایسے جھوٹے اور بے دین شخص کے فتوے کو شریعت میں کوئی حیثیت دی جا سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر

زمانے میں حق پرست اور محققین علماء کرامؒ نے ''عید میلاد النبی ﷺ'' کی مخالفت کی ہے۔

قاضی شہاب الدین حنفیؒ تحفۃ القضاء میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ ہر سال ربیع الاول میں (عید میلاد) مناتے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

علامہ حسن بن علیؒ اپنی کتاب ''طریقۃ السنۃ'' میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگ ربیع الاوّل میں عید میلاد النبی ﷺ منعقد کرتے ہیں۔ شریعت میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ یہ دین میں نیا کام ہے۔

شیخ عبدالرحمان مغربیؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ ''عید میلاد النبی ﷺ'' کا منعقد کروانا بدعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ، خلفاء الرشدین اور آئمہ کرامؒ نے نہ تو کچھ فرمایا ہے اور نہ خود انہوں نے یہ کام کیا ہے۔ [الجنۃ: ۱۷۷] علامہ محمد مصری مالکیؒ فرماتے ہیں کہ چاروں مذاہب کے علماء کرام (عید میلاد النبی ﷺ) کی مخالفت پر متفق ہیں۔ [الجنۃ: ۱۷۸]

علامہ تاج الدین فاکہانیؒ کا شمار بڑے فقہاء میں ہوتا ہے وہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ اس محفل میلاد کے بارے میں مجھے کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں ملی اور سلف صالحین کے پیروکار علماء کرام سے کوئی ثبوت منقول نہیں ہے بلکہ یہ دین میں ایک نیا کام ہے۔

یہاں سے اب ایک دوسری بحث شروع ہوتی ہے وہ یہ کہ جو لوگ بارہ ربیع الاوّل کو خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی ہے تو آیئے دیکھتے ہیں کہ انکا یہ کہنا کہاں تک درست ہے۔ اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی لیکن اہل تحقیق مؤرخین اور ائمہ محدثین آٹھ اور نو ربیع الاوّل کو ولادت کی تاریخ بتاتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ میں اور علامہ قاضی سلیمان سلمان منصور پوریؒ نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین ﷺ میں لکھا ہے کہ تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ریاضی دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا جس میں انہوں نے بہ دلائل ریاضی سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کی ولادت نو ربیع الاوّل بروز دو شنبہ (سوموار) بمطابق اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ میں محمود پاشا فلکی کا جو استدلال نقل کیا ہے۔ وہ کئی صفحات پر مشتمل ہے جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

۱۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم (رسول اللہ ﷺ کے صغیر السن صاجزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا اور اس وقت آپؐ کی عمر کا ۶۳ واں سال تھا۔

۲۔ ریاضی کے قاعدے سے معلوم ہوتا ہے کہ دس ہجری کا گرہن ۷ جنوری ۶۳۲ء کو ۸ بجکر ۳۱ منٹ پر لگا تھا۔

۳۔ اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری برس ۶۳ برس پیچھے ہٹیں تو آپؐ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے جس میں (قواعد ریاضی کی روشنی) میں ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ ۱۲/ اپریل ۵۷۱ء تھی۔

۴۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ہر ربیع الاوّل کا مہینہ اور دوشنبہ (سوموار) کا دن تھا اور تاریخ "۸" سے لے کر "۱۲" کے درمیان ہے۔

۵۔ ربیع الاوّل مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن ربیع الاول کی نویں تاریخ میں پڑتا ہے ان وجوہ کی بنا پر تاریخ ولادت قطعاً ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تھی۔ (واللہ اعلم) [سیرت النبی الشبلی نعمانی:۱۷]

مولانا ادریس کاندھلوی نے جمہور محدثین اور مؤرخین کے ممتاز قول کے مطابق آٹھ ربیع الاول کو ولادت کی تاریخ لکھی ہے۔ [سیرۃ المصطفیٰ ﷺ ۱۲/ ۵۱] اور پھر فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن عباسؓ اور جبیر ابن مطعمؓ سے بھی اس طرح مروی ہے اور اسی قول کو قسطلانی نے اختیار کیا ہے۔ [زرقانی ۱/ ۱۳۱]

شاہ معین الدین ندویؒ فرماتے ہیں:

"عبداللہ (رسول اللہ ﷺ کے والد محترم) کی وفات کے چند مہینوں بعد عین موسم بہار اپریل ۵۷۱ء میں "۹" ربیع الاول کو عبداللہ کے گھر میں تولد ہوا۔ بوڑھے اور زخم خوردہ عبدالمطلب پوتے کے تولد کی خبر سن کر گھر آئے اور نومولود بچے کو خانہ کعبہ میں لے جا کر اس کیلئے دعا مانگی، ساتویں دن عقیقہ کر کے "محمد ﷺ" نام رکھا۔ [تاریخ اسلام:۱/ ۲۵]

ان مذکورہ بالا تمام دلائل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ "محفل میلاد" ایک غیر شرعی اور دین میں نئی ایجاد کردہ رسم ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو رسول اللہ ﷺ کے پیدائش کے نام پر خوشی منانے والوں کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ تاریخ (بارہ ربیع الاول) رسول اللہ ﷺ کی تاریخ وفات ہے تعجب ہے ان لوگوں پر جو اس تاریخ کو خوشی مناتے ہیں اور جشن کرتے ہیں۔ مزید دلائل بالا سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوئی کہ ۱۲ ربیع الاول کو وفات النبی ﷺ میں کسی کا اختلاف نہیں جب کہ ۱۲ ربیع الاول کو ولادت النبی ﷺ میں وسیع

اختلاف موجود ہے۔

اس موقع پر وہ دلسوز واقعہ قابل ذکر ہے جو رسول ﷺ کی وفات کے موقع پر پیش آیا یہ ایسے حالات تھے کہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم غم سے بالکل نڈھال ہو چکے تھے۔

احادیث کی معتبر کتب بخاری ومسلم میں بھی اس واقعہ کا ذکر موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سخت پریشان تھے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے تلوار نکال کر پکار اٹھے کہ جو بھی یہ کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو میں اپنی تلوار سے اس کا سر کاٹ دوں گا پھر جب سیدنا ابوبکر صدیق ؓ تشریف لائے تو محمد ﷺ کے پاس گئے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے تھے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر دو مرتبہ موت نہیں لائے گا۔" یعنی آپ ﷺ وفات پا گئے اور یہ وفات آپ ﷺ پر ایک بار ضرور آنی تھی پھر آپ ؓ باہر تشریف لائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات أو قتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيأ وسيجزى الله الشاكرين﴾ [آل عمران:۱۴۴]

ترجمہ: "محمد ﷺ نہیں ہے مگر اللہ کا ایک رسول ہے اور یقیناً اس سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں پس اگر آپ ؐ فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پھر جاؤ گے اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا اور اللہ تعالیٰ جلد شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا"۔ اس آیت کو سننے کے بعد سیدنا عمر فاروق ؓ نے اپنی تلوار میان میں ڈالی اور فرمایا کہ یہ آیت میرے ذہن سے نکلی ہوئی تھی اور مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ جیسے اس کا نزول اب ہوا ہے۔ سیدنا ابوبکر ؓ نے مزید فرمایا کہ تم میں جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں اور جو کوئی تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ اللہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کو موت نہیں آئے گی۔ لیکن روایات میں آتا ہے کہ پھر بھی سیدنا ابوبکر صدیق ؓ اتنے غمزدہ تھے کہ زیادہ غم کی وجہ سے بات نہیں کر سکتے تھے۔

جو لوگ اس دن "عید میلاد" یا جشن مناتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے اس عمل سے کہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ دشمنی میں مبتلا نہ ہو جائیں اور ایک نئے خودساختہ عمل پر عمل پیرا ہو کر اپنی عاقبت نہ تباہ کر لیں۔